پروفیسر سعید نفیسی مرحوم
ترجمہ: ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

حافظ کا مذہب

(پروفیسر سعید نفیسی مرحوم ایران کے چند گنے چنے بڑے ادیبوں اور مورخینِ ادب و محققین میں سے تھے۔ وہ کئی مرتبہ پاکستان آچکے ہیں۔ علامہ اقبال کے عشاق میں سے تھے۔ اپنے اس مختصر سے مقالے میں انھوں نے دادِ تحقیق دی اور ایک مشہور مفروضے کو تاریخی حقایق سے غلط ثابت کیا ہے۔ دراصل اکبری دور کے ایک تذکرہ نگار نور اللہ شوستری نے ایران کے تقریباً تمام نوابغ شعر و ادب کو کسی نہ کسی طور اپنے خاص مسلک سے وابستہ قرار دیا تھا۔ انہی نوابغ میں حافظ شیرازی بھی تھے۔ شوستری کے دیکھا دیکھی بعد کے بعض متعصب مورخینِ ادب نے بھی وہی ڈھنگ اختیار کیا، تاہم بعض حقیقت پسند ایرانی محققین اس روش کے خلاف تھے۔ انھوں نے اس روش کا توڑ کیا جس کی ایک جھلک "مذہبِ حافظ" میں نظر آتی ہے۔ انہی محققین نے شوستری کو "شیعہ گر" کا خطاب بھی دیا۔ ملاحظہ ہو مرحوم سعید نفیسی کے مضمون "مذہبِ حافظ" کا اردو ترجمہ۔ ان کا یہ مضمون پنجاب یونیورسٹی کے مجلہ اورینٹل کالج میگزین کے ضمیمہ اگست۔ نومبر ۱۹۵۲ میں شائع ہوا تھا۔ راقم نے ہجری سنین کے ساتھ عیسوی سنین کا اضافہ کر دیا ہے)۔

ایران میں صفوی[۱] دور سے قبل تمام اسلامی ادوار میں لوگوں کی اکثریت حنفی مسلک پر تھی۔ صرف تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے آغاز میں فرقہ زیدیہ کے مبلغین نے اپنی تبلیغ سے شمالی ایران ـــ رویان، طبرستان، گیلان، دیلمستان اور گرگان ـــ کے کچھ لوگوں کو زیدی مسلک میں شامل کر لیا اور یہ تحریک آخر ۲۵۰/ ۸۶۴ء میں طبرستان کے علاقے پر علویوں کی حکومت پر منتج ہوئی۔ اس کے بعد زیدیہ رَے (آج کل تہران سے ملحق آبادی) اور اس کے اطراف میں پھیل گئے۔ تیسری صدی

۱؎ برصغیر پاک و ہند میں مغلیہ دور اور ایران میں صفوی دور تقریباً ایک ہی زمانے (دسویں صدی ہجری/ سولھویں صدی عیسوی) میں شروع ہوئے۔ (م)

نویں صدی) کے وسط میں اسماعیلیوں نے ماوراءالنہر میں تبلیغ شروع کردی، جس کے نتیجے میں سمرقند و بخارا کے کچھ لوگ ان سے مل گئے، لیکن نصر بن احمد سامانی کے دربار میں ان لوگوں کو کچھ زیادہ ہی رسوخ حاصل ہو گیا، یہاں تک کہ خود بادشاہ (نصر) اس فرقے کا پیرو ہو گیا۔ اس بات کے بہت قرائن ملتے ہیں کہ نصر کے دربار کے مشہور وزرا مثلاً ابوالفضل محمد بن عبداللہ بلعمی، جیہانی خاندان کے وزرا، مصعبی اور پنے عہد کے بعض بڑے بڑے دانش ور جیسے ابوعبداللہ جعفر بن محمد رودکی سمرقندی، حتیٰ کہ ابن سینا کا والد عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا اور مشہور شاعر مجدالدین کسائی مروزی بھی اسماعیلی اور غالباً ماوراءالنہر کے مشہور اسماعیلی پیشوا ابویعقوب سگزی کے دست پروردہ لوگوں میں سے تھے۔ نصر بن احمد کی سلطنت کے آخر میں، جیسا کہ نظام الملک نے سیاست نامہ میں بیان کیا ہے، اس کے درباریوں نے، غالباً خلفائے بغداد کی تحریک پر، اس کے خلاف سرکشی کی، جس کے نتیجے میں اسے مجبوراً اس فرقے سے تعلق توڑنا پڑا۔ تاہم سامانیوں کی قلم رو کے دیگر نواح میں یہ فرقہ باقی رہا اور نہ صرف اس دور کے چند مشہور امرا — مثلاً امرائے چغانیاں، امرائے سیمجوریان، اور ابومنصور محمد بن عبدالرزاق طوسی — اس فرقے کی طرف مائل تھے بلکہ نواحی ایران کے بھی کچھ لوگ اس طرف تھوڑا بہت جھکاؤ رکھتے تھے۔ چنانچہ (مشہور شاعر اور شاہنامہ کے مصنف) فردوسی اور ابوریحان بیرونی کا تعلق بھی اسی گروہ سے تھا۔ معلوم ہوتا ہے طوس اور خوارزم کے علاوہ قہستان اور طبسین کے علاقے میں بھی اسماعیلی تھے اور آج جو اسماعیلی ان علاقوں میں ہیں اسی زمانے سے چلے آرہے ہیں۔ پانچویں صدی ہجری (گیارھویں صدی عیسوی) کے اواخر میں (مشہور شاعر) ناصر خسرو مروزی مصر کے فاطمی خلفا کی جانب سے خراسان کا "حجت" مقرر ہوا۔ وہاں سے وہ اس دور کے مشرقی ایران کے آخر یعنی بدخشاں تک گیا اور وہاں کے لوگوں میں اس نے اس طریقے کی تبلیغ کی۔ اس علاقے کے آج کے اسماعیلی بھی اسی دور سے آرہے ہیں۔ انہی ادوار میں حسن بن صباح نے بھی مرکزی ایران اور الموت، قزوین، رودبار اور طارم میں اسماعیلیت کی اشاعت کی، اور "ملاحدہ" کی مشہور سلطنت، جسے بعد میں ہلاکو خان نے مٹا ڈالا، کی داغ بیل ڈالی۔ اب وہاں فرقۂ اسماعیلیہ کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔

سلہ مقالات منتخبہ میں غلطی سے عبیداللہ چھپ گیا ہے۔ ص ۱۰۳ (۴۴)

زیدیہ جو شمالی اور مرکزی ایران میں تھے آہستہ آہستہ فرقۂ جعفریہ اثنا عشری کی طرف مائل ہو گئے۔ انھیں اس طرف لانے والے آل بویہ کے بادشاہ تھے جنھوں نے ۳۲۰ھ (۹۳۲ء) سے سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ ان لوگوں کی تبلیغ کے نتیجے میں فرقۂ جعفریہ مرکزی ایران کے مختلف علاقوں میں رواج پذیر ہوا، اور صفوی دور سے قبل ان کے زیادہ تر گڑھ قم، ساوہ، قزوین، رے، سبزوار اور بیہق میں تھے۔

شافعی فرقے کو پانچویں صدی تک ایران میں کوئی خاص مقبولیت حاصل نہ تھی۔ ۴۳۱ھ (۱۰۴۰ء) میں جب سلجوقی ترکوں نے مسعود غزنوی کو شکست دی اور وہ خراسان میں پھیل گئے تو خراسان کے شافعیوں نے، جن کا اس وقت اہم مرکز شہر نیشاپور تھا، ان ترکوں کا ساتھ دیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ غزنوی ہمیشہ حنفیوں کے طرف دار رہے۔ اس دن سے (جب ترک قابض ہوئے) خراسان میں مسلک شافعی رائج ہوا اور ایران کے دیگر علاقوں میں بھی وہ تھوڑا بہت پھیلا، لیکن اصفہان کے زیریں حصوں تک نہ پہنچا۔ آخری شہر جس میں حنفی اور شافعی مل کر زندگی بسر کرتے رہے یہی شہر اصفہان تھا۔ یہاں سلجوقیوں اور خوارزم شاہیوں کے ادوار میں یہ دونوں فرقے بار ہا باہم دست و گریباں اور قتل و غارت گری کا شکار ہوئے۔

بہر حال جنوبی اصفہان کے نواح کے لوگ سبھی حنفی مسلک تھے۔ چنانچہ آج بھی ایران میں جو حنفی ہیں ان کا تعلق فارس کے مختلف علاقوں اور خلیج فارس کے ساحلوں سے ہے۔

دسویں صدی ہجری (سولھویں صدی عیسوی) کے آغاز میں جب شاہ اسماعیل نے فرقۂ جعفریہ کی ترویج کا آغاز کیا اور اس سلسلے میں ہر قسم کی قتل و غارت گری کو جائز جانا تو اس وقت بھی جنوبی ایران کے علاقوں کے لوگ حنفی مشرب تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب کے دیوان کے مشہور شارح قاضی میر حسین بن معین الدین حسینی یزدی میبذی متخلص بہ منطقی، جنھیں اسی گیر و دار میں شاہ اسماعیل کے حکم پر ۹۰۹ھ (۴-۱۵۰۳ء) میں قتل کر دیا گیا، اوقاف یزد کے متولی اور اس علاقے کے حنفیوں کے قاضی تھے۔

پوری آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) میں، حافظ کے زمانے میں، فارس کے لوگ یقینی طور پر سبھی حنفی تھے۔ اس دور کی معتبر تالیفات سے، جن کے بیشتر مؤلفین حافظ کے ہم عصر شیراز اور فارس کے دیگر علاقوں سے متعلق تھے ــــ مثلاً ابن حجر عسقلانی کی "درر الکامنہ فی اعیان المئۃ

"الثامنہ"، ابوالقاسم جنید شیرازی کی "شدالازار" اور ابن ابی الوفا کی "جواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ" سے یہ بات یقینی طور پر سامنے آتی ہے کہ یہ سب لوگ حنفی تھے اور حافظ بھی اسی حنفی مسلک کا پیرو تھا۔ ابواسحاق اینجو اور خاندانِ مظفریہ کے دوسرے بادشاہ بھی، جن سے حافظ کا رابطہ تھا، سبھی حنفی تھے۔

حافظ نے اپنے اشعار میں صرف دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ "کشف کشاف" یعنی سراج الدین عمر قزوینی (م ۷۴۵ھ/ ۱۳۴۴ء) کی "الکشف عن مشکلات الکشاف" اور دوسری کتاب "مواقف" تالیف عضدالدین عبدالرحمان ایجی (م ۷۵۶ھ/ ۱۳۵۵ء)۔ اور یہ دونوں کتابیں حنفی علما کی مشہور کتابیں ہیں، اور یہ بات کہ حافظ کو حنفیوں کی تالیفات سے انس تھا، خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حنفی مسلک کا پیروکار تھا۔

حافظ کے اشعار میں بھی اس امر کے اشارے ملتے ہیں۔ جیسے اس شعر میں کہتا ہے :

من ہمان دم کہ وضو ساختم از چشمۂ عشق　　　چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہر چہ کہ ہست

(میں نے جب چشمۂ عشق سے وضو کیا اسی وقت دنیا کی ہر چیز پر چار تکبیریں پڑھ ڈالیں۔ یعنی ہر چیز سے قطع تعلق کرلیا)۔

نمازِ جنازہ میں مردے پر "چار تکبیریں پڑھنا" اہل سنت کا عقیدہ و طریقہ ہے جب کہ شیعہ لوگ پانچ تکبیریں پڑھتے ہیں۔ بظاہر اہل سنت کی چار تکبیریں خلفائے راشدین کی تعداد اور شیعوں کی پانچ تکبیریں خمسہ آلِ عباس یا "پنج تن" کے عددی مناسبت سے ہیں۔

ایک اور شعر میں وہ بہاء الدین کے بارے میں کہتا ہے :

بہاء الحق والدین طاب مثواہ　　　امام سنت و شیخ جماعت

(بہاء الحق والدین کی قرارگاہ کو اللہ تعالیٰ پاکیزہ رکھے، وہ امام سنت اور جماعت کے شیخ ہیں)۔

اس شعر میں سنت و جماعت کی طرف اشارہ خود ایک اور دلیل ہے۔ لیکن یہ بات کہ حافظ کے کلام میں بعض ایسے اشعار ہیں جو اس کے تشیّع پر دلالت کرتے ہیں، درست نہیں۔ میرے نظریے کے مطابق ایسے تمام اشعار الحاقی ہیں جنھیں کسی طرح اس کے دیوان میں شامل کرلیا گیا۔